رجسٹرڈ انگلیشیہ نمبر

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱۸۰)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ے
سہ ماہی .... عصہ

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ے
سہ ماہی .... عصہ

قیمت فی پرچہ (۲)

قیمت پرانا پرچہ (۴)

جلد (۳) | ۶ اسفندار ۱۳۵۳ ف | ۲ محرم ۱۳۶۲ھ | ۹ جنوری ۱۹۴۳ء شنبہ | نمبر ۳۹

حق خود ارادیت کی مخالفت

اقلیتوں کو محکوم بنانے کی کوشش

مسٹر ساورکر کا خطبہ صدارت

ہندو مہا سبھا کے چوبیسویں سالانہ جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے مسٹر ساورکر نے مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کی شدید مخالفت کے عزم کا اظہار کیا۔

مسٹر ساورکر نے مسٹر راجگوپال اچاریہ کی تجاویز کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ان تجاویز کے ذریعہ پہلی مرتبہ کانگریس کی طرف سے مسلم لیگ کے مطالبۂ تقسیم ہند کو تسلیم کیا گیا تھا۔ کرپس کی اسکیم کو مہا سبھا نے غیر مبہم طور پر اس لئے مسترد کر دیا تھا کہ اس میں صوبوں کو ہندوستانی یونین سے علحدہ ہونے کا حق دیا جا رہا تھا۔ دوسرے سیاسی ادارے مثلاً کانگریس نے بالواسطہ طور پر صوبوں کے حق خود ارادیت کو تسلیم کر لیا تھا جس کے یہ معنے ہیں کہ صوبوں کو ہندوستانی یونین سے علحدہ رہنے کا حق ہوگا۔ ہندو مہا سبھا اس پر کبھی رضامند نہیں ہو سکتی اور اس نے مسلمانوں کے اس مطالبہ کی مخالفت کا عزم کر لیا ہے۔ مسلمانوں کے مطالبہ کی مخالفت کی ذمہ داری تنہا مہا سبھا پر عائد ہوتی اور وہ اس کشمکش کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے۔

صوبہ جات کی از سر نو تقسیم

حق خود ارادیت کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے مسٹر ساورکر نے کہا کہ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ صوبہ جات کی از سر نو تقسیم اور صوبہ جات کے حق خود ارادیت میں ایک بنیادی فرق ہے اور حق خود ارادیت میں علحدگی کا حق مضمر ہے۔ حق خود ارادیت مطالبہ پاکستان کا لب لباب ہے۔ اس کے دوسرے پہلو چاہے کچھ ہوں۔ اگر صوبوں کی تقسیم لسانی، قومی، انتظامی نقطۂ نظر یا دیگر معقول وجوہ کی بنا پر ہو تو اس پر ہندوؤں کو اعتراض نہ ہوگا بشرطیکہ اس سے قومی طاقت یا قومی اتحاد کو نقصان نہ پہنچے اور ہندوؤں کے خلاف کوئی منصوبہ نہ ہو۔ لیکن مرکزی یونین سے صوبوں کی علحدگی کے سوال کو بالکلیہ مسترد کر دینا چاہئے کیونکہ اس سے ہندوستان منقسم ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ صوبوں کو مرکز سے علحدہ ہونے اور آزاد سلطنتیں قائم کرنے کا حق دینا پاکستان کے مطالبہ سے زیادہ خطرناک ثابت ہوگا۔ پاکستان کا مطالبہ بجائے خود نا قابل برداشت ہے۔ میں پوری قوت کے ساتھ اس کی مخالفت کرتی چاہئے کیونکہ اس سے متعدد صوبے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ لیکن صوبہ جات کو خود ارادیت کا حق دینا ایک دوامی خطرہ مول لینا ہے۔ یہ گویا ہر صوبہ کو علحدہ ہونے کی دعوت دینا اور اس بنیاد کا قلع قمع کرنا ہے جس پر ہندوستانی مملکت قائم ہوگی۔

پاکستان کو تسلیم کرنا صرف مسلمانوں کی اکثریت کے اس مطالبہ کو تسلیم کرنا ہے کہ انہیں علحدہ مملکت قائم کرنے کا حق دیا جائے۔ لیکن صوبہ جات کے حق خود ارادیت یا دوسرے الفاظ میں ان کے حق علحدگی کو تسلیم کرنا اس بات کے مترادف ہے کہ کوئی صوبہ کسی وقت بھی معاشی یا دیگر قابل قیاس وجوہ کی بنا پر مرکزی حکومت سے علحدہ ہو سکتا ہے۔ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ وقت نہیں آ سکتا جبکہ بعض صوبے جہاں مسلمانوں کی اکثریت نہیں ہے انتشار انگیز قوتوں سے متاثر مرکزی حکومت کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے اور ایک علحدہ مملکت قائم کرنے کا مطالبہ کریں گے۔

اکثریت کا تسلط

مسٹر ساورکر نے ان ہندوؤں کے استدلال پر بحث کرتے ہوئے جو پاکستان کی تائید میں ہیں کہا کہ اب تک پاکستان کی تائید میں ہندوؤں نے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ مغالطہ خیز اور غلط امیدوں پر مبنی ہیں۔ "ہم سوراج چاہتے ہیں مگر اس سوراج کے معنے ہندوستانی راج کے ہیں جس میں ہندو مسلمان اور دوسرے شہری مساوی حقوق اور فرائض کے حامل ہوں گے۔ ایسے سوراج میں یہ بات گوارا نہ کی جائے گی کہ ایک خاص فرقہ کو مذہب کی بنا پر مرکزی حکومت سے علحدہ ہونے یا ملک کے ایک حصہ کا مطالبہ کرنے کا حق دیا جائے۔ ایسے مطالبہ کو مرکزی حکومت کی متحدہ قوت ایک باغیانہ عمل تصور کر کے کچل دے گی۔ تا نیا یہ باور کرنا بے وقوفی ہے کہ انگلستان اس بات کا منتظر ہے کہ ہندوستان سے متحدہ مطالبہ پیش ہوتے ہی ہندوستان سے چلا جائے۔ میں پوری قوت سے کہتا ہوں کہ اگر کانگریس، ہندو مہاسبھا اور مسلم لیگ ایک متحدہ مطالبہ تیار کریں جس پر کروڑوں ہندوستانی باشندوں کے دستخط ثبت ہوں اور آزادی کا غیر مبہم طور پر مطالبہ کیا جائے تو تب بھی برطانیہ محض لکھے

بقیہ صفحہ نمبر (۱۰) پر

ہفتہ وار
مملکت

جلد (۲)	۱۶ر اسفندار ۱۳۵۲ف یکشنبہ	نمبر (۳۹)

سرمایہ داروں کا اضطراب

گزشتہ ہفتہ کمیٹی ساہوکاران کا سالانہ جلسہ راجہ پنا لال صاحب لاہوٹی کی صدارت میں منعقد ہوا صدارتی تقریر اور قرار دادوں کے بغور مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ساہوکاروں اور بیوپاریوں کے فرائض کو پس پشت ڈال کر حقوق پر زیادہ زور دیا جا رہا ہے۔ صدر جلسہ نے اپنی صدارتی تقریر میں وقت کے اہم مسائل جیسے گرانی اجناس، جدید محاصل اور صنعتی ترقی وغیرہ سے بحث کی ہے اور اشیائے ما یحتاج کی گرانی سے رعایا میں جو سراسیمگی پیدا ہوگئی ہے اس کی ساری ذمہ داری حکومت پر عائد کر کے ساہوکاروں اور بیوپاریوں کو بری الذمہ قرار دینے کی کوشش کی ہے۔

نفع اندوزی کی توجیہ

اس میں شک نہیں کہ جنگ سے پیدا شدہ صورت حال کی وجہ سے اشیاء کی درآمد تقریباً مسدود ہوگئی ہے جس کی وجہ سے باہر سے آنی والی اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ناگزیر تھا۔ مگر سوال یہ ہے کہ اجناس خوردنی کی قیمتوں میں جن کی کافی مقدار خود ملک کے اندر پیدا ہوتی ہے اس قدر کیوں اضافہ ہوگیا اور ان کا دستیاب ہونا اکثر مقامات پر کیوں دشوار ہوگیا؟ اجناس خوردنی کی گرانی اور قلت کی بڑی وجہ جہاں تک ہمیں معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ ساہوکار اور بیوپاریوں نے نفع اندوزی کی خاطر اجناس کے ذخائر پوشیدہ رکھے ہیں اور بیرون حیدرآباد غیر معمولی منفعت کی خاطر خفیہ برآمد جاری ہے۔ ان حقائق پر پردہ ڈال کر اور درمیانی منافع گیروں کی ہوس زر کی صدر جلسہ نے اس طرح توجیہ کی ہے کہ:۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ اشیاء کی قیمتوں کے بڑھنے سے تجار کو فائدہ ضرور ہوا ہے لیکن اس سے پیشتر زمانہ میں عالمی کساد بازاری کی بنا پر تاجر طبقہ نے جو نقصان اٹھایا تھا اس کا کچھ تکملہ اس فائدہ سے ہو سکتا ہے۔"

تاجروں کی نفع اندوزی سے جبکہ سارا ہندوستان نالاں ہے مسٹر لاہوٹی کی یہ توجیہ مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کاشتکار اور صناعوں سے اشیاء زندگی لے کر تاجر صارفین تک پہونچانے کا کام صدیوں سے انجام دیتے رہے ہیں۔ وہ اپنی خدمات کا معاوضہ پانے کے یقیناً مستحق ہیں مگر یہ معاوضہ ایسا ہونا چاہئے جو ان کی خدمات سے مناسبت رکھے۔ اگر یہ معاوضہ جائز حدود سے بڑھ جائے اور نفع اندوزی کی صورت اختیار کرے تو یہ نہ صرف معاشی لوٹ ہے بلکہ ایک ناقابل معافی جرم ہے جس کا انسداد ہر متمدن حکومت کا فرض ہوتا ہے۔

ذخائر اجناس کی تفتیش

ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ اس نازک زمانہ میں جبکہ رعایا گرانی کے بارے پریشان ہوگئی ہے ساہوکار اور بیوپاری اپنے ابنائے وطن کی تکالیف کو محسوس کر کے اپنے اخلاقی فرائض سے عہدہ برآ ہونے کے بجائے سرکاری عہدہ داروں اور مجلس نگرانی نرخ اشیاء پر نکتہ چینی کرتے رہتے ہیں۔ مگر دوسری طرف صارفین کو مجلس نگرانی نرخ اشیاء سے یہ شکایت ہے کہ اس نے نگرانی کو اس قدر موثر نہیں بنایا جس کی توقع تھی اور اجناس کے پوشیدہ ذخائر تلاش کرنے میں وہ مستعدی نہیں دکھائی جس کی ضرورت تھی۔ ابھی حال کا واقعہ ہے کہ گلبرگہ سے یہ خبریں آرہی تھیں کہ وہاں قحط کے آثار پیدا ہوگئے ہیں۔ بعض سیاسی کارکنوں نے گلبرگہ کا دورہ کر کے یہ شور مچانا شروع کیا کہ رعایا فاقہ کر رہی ہے اجناس خوردنی بالکل نایاب ہو گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں پمفلٹ شائع کئے گئے۔ وفد روانہ کئے گئے مگر ان سیاسی کارکنوں نے بھی یہاں کے ساہوکاروں اور بیوپاریوں کو یہ ترغیب نہیں دی کہ اپنے فاقہ کش ابنائے وطن پر رحم کھا کر اجناس کے پوشیدہ ذخیروں کو بازار میں لائیں۔ گزشتہ ہفتہ یہ اطلاع مقامی اخبارات میں شائع ہوئی کہ ناظم صاحب اسٹیٹ نواب سالار جنگ بہادر نے گلبرگہ کا دورہ کرتے ہوئے اجناس کے خفیہ ذخائر کی تفتیش کی اور ایک بڑی مقدار میں اجناس کے ذخائر برآمد کئے۔ یہ اور اسی قبیل کے دوسرے واقعات کی موجودگی میں مسٹر لاہوٹی یا دوسرے ساہوکاروں کا یہ کہنا کس حد تک حق بجانب ہو سکتا ہے کہ

"اضلاع میں سرکاری عہدہ داروں کا تاجروں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں رہا جس سے تجارتی طبقہ میں پریشانی کی لہر دوڑ گئی"۔

حالانکہ صارفین کو یہ شکایت ہے کہ ساہوکاروں اور بیوپاریوں کے اثر و رسوخ کی وجہ سے اضلاع کے سرکاری عہدہ دار خفیہ ذخائر اجناس کی تلاش میں وہ مستعدی نہیں دکھا رہے ہیں جس کی ضرورت ہے۔

ایک موثر تدبیر

ان حالات میں درمیانی منافع گیروں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ رعایا کو گرانی کی مصیبت سے بچانے میں مدد دیں گے بے سود ہے۔ اشیاء ما یحتاج کی قیمتوں پر موثر نگرانی قائم رکھنے کے لئے مجلس بلدیہ نے ایک قرار داد منظور کی ہے جس کے اس جزو سے ہم بالکل متفق ہیں۔

"مجلس بلدیہ اشیائے ما یحتاج کی گرانی کی تکالیف کو پورے طور پر محسوس کرتی ہے اور حکومت سے شدت کے ساتھ مطالبہ کرتی ہے کہ نگرانی کو زیادہ موثر کر دیا جائے اور اشیاء خوردنی کے علاوہ دیگر اشیاء جو ضروریات زندگی میں داخل ہیں ان کی فہرست بنائی جائے اور ان کی قیمتوں پر بھی نگرانی کے قیام کا انتظام کیا جائے اور موجودہ ذخائر غلہ اور ربیع کی فصل کو سرکار عالی حکومت اپنی نگرانی میں لے اور جب تک اس کا اطمینان نہ ہو کہ موجودہ اور آئندہ ضروریات کے لئے یہ غلہ کافی ہے برآمد کو قطعاً روک دیا جائے۔"

ساتھ ہی ساتھ ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مجلس نگرانی نرخ اشیاء کی موجودہ ہیئت ترکیبی اطمینان بخش نہیں ہے۔ اس میں ساہوکاروں اور بیوپاریوں کے نمائندے تو شریک ہیں مگر صارفین کے نمائندے کافی نہیں ہیں۔ محض اخباری بیانات جاری کر کے مجلس اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتی ہے اور نہ عامۃ الناس میں اطمینان پیدا کر سکتی ہے۔

ایک عذر لنگ

ایک دوسرا اہم مسئلہ جس پر مسٹر لاہوٹی نے بحث کی ہے وہ جدید محاصل اور انکم ٹیکس سے متعلق ہے۔ اس امر پر اظہار مسرت کرتے ہوئے کہ جدید محاصل کا نفاذ ملتوی کر دیا گیا مسٹر لاہوٹی کہتے ہیں کہ:۔

"ہمارے یہاں کی صنعتی ترقی کی طفولیت میں اگر جدید محصولات کا بار ڈالا جائے تو وہ کس طرح برداشت ہوگا۔ کمیٹی ساہوکاران کے حلقوں میں اس بات کے جانے سے عام طور پر بھی تسلی ہے کہ کمیٹی نے جدید محصولات کی مزید

کر محسوس کیا ہے، میں اس غلط فہمی کو رفع کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ان باتوں کا اجلاس جدید محصولات کے لئے میں غور و فکر کرنے کے لئے طلب نہیں کیا گیا تھا۔"

اس اقتباس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ سابق کار انکم ٹیکس کو قبول کرنے تیار نہیں ہیں۔ یہ ایک فطری بات ہے۔ ہم علم و ترقی کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ملک کے دوسرے طبقے انکم ٹیکس کے ہرگز مخالف نہیں ہیں۔ اس بات کو ہر ذی فہم حیدرآبادی تسلیم کرے گا کہ محاصل اندازی کا اصول یہ ہونا چاہئے کہ ٹیکس کا بار نادار طبقوں پر کم اور مالدار طبقوں پر زیادہ ہو۔ مگر حیدرآباد میں صورت حال بالکل برعکس ہے۔ ہمارے دولتمند اور سرمایہ دار طبقے نظم و نسق چلانے کے لئے ایک پائی نہیں دیتے اور نظم و نسق کے فوائد سے پوری طرح متمتع ہوتے ہیں۔ رعایا ٹیکس ادا کرتی ہے تو حکومت اس کی حفاظت کرتی اور امن و امان قائم کرتی ہے۔ اگر سرمایہ دار طبقے حکومت کو ٹیکس نہ دیں تو حکومت پر ان کی حفاظت کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ تاہم محاصل ادا کرنے والے طبقوں سے زیادہ وہ نظم و نسق کے فوائد سے سرمایہ دار طبقے بلا ادائی محاصل مستفید ہو رہے ہیں۔ ہماری رائے میں انکم ٹیکس کا نفاذ محض موازنہ کے خسارہ کی پابجائی کے لئے نہیں بلکہ قومی تعمیر کے کاموں کو بڑے پیمانہ پر جاری کرنے کے لئے بھی ضروری ہے۔ ہمارے بعض سیاسی کارکن جو غریب رعایا کی ہمدردی کا دم بھرتے ہیں کبھی تو لگان میں کمی کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں اور کبھی جبری تعلیم کے نفاذ کے لئے شور مچاتے ہیں مگر جب ان مطالبات کی تکمیل کے لئے جدید محاصل عائد کرنے کی ضرورت کا اظہار کیا جاتا ہے تو وہ غریب رعایا اور کاشتکاروں کی ہمدردی کے بجائے سرمایہ داروں کی تائید کرنے لگتے ہیں۔ اس سیاسی بازی گری سے قطع نظر ملک کی معاشی اور تمدنی ضروریات کا تقاضہ ہے کہ سرمایہ دار طبقوں سے حسب حیثیات ان کے اندوختوں، نفع اندوزی اور آمدنیوں پر محاصل عائد کئے جائیں۔ اس کی عملی صورت انکم ٹیکس کا نفاذ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انکم ٹیکس کے نفاذ پر سرمایہ دار طبقے شور مچائیں گے اور بعض سیاسی کارکنوں کو اپنا ہمنوا بھی بنائیں گے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو باعث حیرت ہوگا۔ انکم ٹیکس کے مسئلہ پر سرمایہ داروں کا اضطراب ایک فطری بات ہے مگر اس اضطراب کو عامۃ الناس کے مفاد کی خاطر نظرانداز کر دینا چاہئے۔

مسئلہ سرمایہ صنعتی

از جناب نواب احسن یار جنگ بہادر

(مقالہ جو یاکوبی معاشی کانفرنس میں پڑھا گیا)

(۱) تمام ہندوستان میں سرمایہ صنعتی کے متعلق عام رجحان بوجہ سالہاسال کی غربت و حکومت کی دست نگری کے یہ رہا کہ سرمایہ داروں نے اپنی قوت بازو و تدبیر پر بھروسہ نہیں کیا اور محض خود غرضی و اندیشہ نقصان کی وجہ سے کہ ہمت نہیں باندھی ہمیشہ اس امید میں رہے کہ حکومت صنعتی اور شعبوں کے صنعتوں کو بھی قائم کرے۔ دنیا میں ہر ایک ملک کی صنعتی ترقی قوم کے مالدار افراد و سرمایہ داروں سے ہوتی ہے نہ کہ محض حکومت کی امداد سے۔

ان ہی خیالات عامہ کی وجہ سے ہماری حکومت نے صنعتی ترقی کے لئے سرمایہ صنعتی یعنی (انڈسٹریل ٹرسٹ فنڈ) ایک کروڑ روپیہ سے قائم کیا۔ اس فنڈ کا اصلی مقصد یہ ہے کہ مختلف صنعتیں جلد سے جلد ملک میں قائم ہو جائیں اور فراہمی سرمایہ سے متعلق جو دقتیں بوجہ عام رجحان متذکرہ بالا پیش آتی ہیں اس کا انسداد ہو جائے اور صناعوں کو کافی امداد بطور قرض یا بہ خریدی حصص کمپنی ہو سکے۔ اس سرمایہ صنعتی سے سرکار کا مقصد محض نفع اندوزی نہ ہونا چاہئے بلکہ مختلف ضروری صنعتوں کا قیام۔ افسوس کہ اس پالیسی پر عمل جیسا کہ ہونا چاہئے نہیں ہو رہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ باوجود ایک کثیر صنعتی فنڈ کے سرمایہ کی کمی محسوس ہو رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس فنڈ کی وجہ سے بہت سے صنعتی کارخانے اور کمپنیاں قائم ہو گئی ہیں۔ مثال کے طور پر حسب ذیل کارخانے قابل ذکر ہیں۔

(۱) سمنٹ سازی (۲) شکر سازی (۳) مکمل صنعتی (۴) کاغذ سازی (۵) عثمان شاہی ملز برائے پارچہ سازی (۶) اعظم جاہی ملز برائے پارچہ سازی (۷) سگریٹ سازی (۸) ان کے علاوہ کئی چھوٹی صنعتیں مثلاً بٹن سازی و رنگ سازی وغیرہ۔

ان صنعتوں میں حکومت نے کافی سرمایہ بطور خریدی حصص یا قرض لگا دیا ہے۔ یہ صنعتیں اچھی طرح قائم ہو چکی ہیں اور کافی نفع سرکار کو ہو رہا ہے مگر جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے منشائے حکومت نفع اندوزی نہ ہونا چاہئے اب یہ مناسب ہے کہ حکومت ان صنعتوں میں سے جو اپنے پیر پر کھڑے ہونے کے قابل ہو چکی ہیں حکومت اپنا سرمایہ جو بطور حصص ان کمپنیوں میں لگایا ہے وہ نکال لے اور اپنے حصص جن کی قیمتیں اس وقت کافی بڑھی ہوئی ہیں رفتہ رفتہ فروخت کر دے تاکہ دوسری جدید ضروری صنعتوں کے لئے سرمایہ اسی فنڈ سے فراہم ہو جائے اور بغیر کسی جدید گنجائش کے صنعتوں کی ترقی میں اضافہ ہوتا رہے۔ اسی طریقہ عمل پر حکومت کو فوری توجہ کرنا ضروری ہے۔

(۲) موجودہ جنگ صنعتی ترقی کے لئے ایک بالقوہ رحمت ہے۔ خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد۔ فراہمی اشیائے احتیاج کی مشکلات کی وجہ سے عام بیداواری ملک میں پیدا ہو گئی ہے اور یہی وقت ہے کہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ دیگر ممالک میں بھی غیر معمولی صنعتی ترقیاں ایسے ہی آفات کے بعد رونما ہوئیں۔ لہٰذا یہ نہایت ضروری ہے کہ اس وقت ایک لائحہ عمل بنیادی صنعتوں کے قیام کے لئے فوراً مرتب کیا جائے اور حسب ذیل بنیادی صنعتوں کے اجرائی کی جانب ہمہ تن کوشش کی جائے۔

(۱) فراہمی ارزان قوت برقی بہ ذریعہ آب یا حجر (۲) فولاد و آہن کی تیاری (۳) بنیادی اشیائے کیمیاوی کی تیاری (۴) انجن و آلات صنعتی و زراعتی کی تیاری۔

(۱) فراہمی ارزاں قوت برقی کی نسبت یہ عرض ہے کہ حکومت نے باوجود متعدد مواقع ملک میں ہونے کے ابھی تک کافی توجہ نہیں فرمائی ہے۔ حکومت میسور کی صنعتی ترقی کا راز فراہمی ارزاں قوت برقی ہے جنگ سابق کے بعد مملکت کینیڈا میں جو غیر معمولی صنعتی ترقی ہوئی اس کی بھی اصلی وجہ قوت برقی تھی۔ اسی طرح مملکت اٹلی میں بھی ترقی کا باعث ذرائع قوت برقی ہوا۔ ہمارے ملک میں بفضلہ تعالیٰ پانچ بڑے بڑے دریا جاری ہیں اور نیز کوئلے کے معدن موجود۔ ایسے عمدہ اور کافی وسائل موجود ہوتے ہوئے کوئی چھوٹی سے چھوٹی تجویز بھی اس وقت تک عمل میں نہیں آئی۔ یہاں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ باوجود مصائب جنگ حکومت میسور نے اس وقت ساڑھے [illegible] کروڑ لاگت کی تجویز کو جاری کر دیا ہے اور امید ہے کہ یہ دوران جنگ میں تکمیل کو پہنچ جائے۔ مگر یہاں صرف (۵۰) لاکھ کی ایک چھوٹی سی سکیم محض جنگ کے عذرات کی وجہ سے جاری نہ ہو سکی۔

ہمارے ملک میں تخمیناً تین چار لاکھ گھوڑوں کی برقی قوت (ہارس پاور) بہ ذریعہ آب پیدا ہو سکتی ہے اور نیز ان تجاویز کے تحت تقریباً (۳) تا (۴) لاکھ ایکڑ زراعت تری ممکن ہے۔

(۲) فولاد و آہن کی تیاری کی نسبت یہ عرض ہے کہ ہمارے ملک میں تاریخ شاہد ہے کہ بہترین فولاد تیار ہوتا تھا اور ایک زمانہ تھا کہ ہماری حکومت توپیں اور فولادی ہتھیار تیار کر کے فرانسیسیوں اور انگریزی افواج کو دیتی تھی اور اب یہ حالت ہے کہ ہم چھوٹے سے چھوٹے فولادی ہتھیار اور آلات کے لئے محتاج اور دوسرے ملکوں کے دست نگر ہیں۔ موجودہ جنگ نے ثابت کر دیا ہے کہ جس ملک میں فولاد فراہم نہ ہو سکے اس ملک کی حکومت کسی طرح قائم نہیں رہ سکتی۔ علاوہ اس کے صنعتی ترقی بغیر مقامی فولاد و آہنی پیداوار کے ہرگز ممکن نہیں مگر یہ امر قابل ستائش نہیں کہ حکومت نے اس ضروری صنعت کے متعلق اب تک کافی توجہ نہیں فرمائی حالانکہ ریاست میسور نے باوجود مشکلات کے ایک عرصے سے اور قبل از جنگ اس صنعت کو قائم کیا۔ اور ترقی دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت حکومت اور ملک کو کثیر فائدہ ہو رہا ہے اور صنعتی تعمیر میں ہر شے مہیا ہے۔

اضلاع عادل آباد اور کریم نگر میں معدن آہنی

(بقیہ صفحہ نمبر ۹)

حیدرآباد ریلوے کی مختصر تاریخ

ریاست فرخندہ بنیاد میں ریلوے لائن کی تعمیر کا منصوبہ تقریباً سنہ ۱۸۶۰ء میں سب سے پہلے اٹھایا گیا۔ بمبئی اور مدراس کو ریلوے سے ملحق کرنے کے فیصلے نے اس تجویز کو عملی جامہ پہنا دیا۔ اور ریاست حیدرآباد میں پہلی ریلوے لائن کی بنیاد پڑی۔ ۲۹ مئی سنہ ۱۸۷۰ء کی ایک قرارداد کی رو سے تعمیر کے لئے سرکار عالی نے سرمایہ بہم پہنچایا۔ لیکن ریلوے کی تعمیر اور انتظام سرکار انگریزی کے تفویض ہوا۔ چنانچہ سکندرآباد اور واڑی کے درمیان (۱۲۰) میل لمبی لائن بتاریخ ۹ اکٹوبر سنہ ۱۸۷۴ء کو جاری کر دی گئی۔ اس لائن کی تعمیر کے چار سال بعد تک اس کا انتظام جی آئی پی ریلوے کے تحت رہا۔ اس کے بعد چھ سال تک یہ اسٹیٹ ریلوے ایجنسی کے پاس۔ اور جنوری سنہ ۱۸۸۵ء سے نظام گیارنٹیڈ ریلوے کمپنی کے پاس چلی گئی۔ ۲۰ دسمبر سنہ ۱۸۸۳ء کے ایک معاہدے کے مطابق تعمیر شدہ ریلوے کے سارے انتظامی حقوق اور جدید ریلوے کی تعمیر کے اختیارات سرکار عالی سے حاصل کرلئے تھے۔ اس کے بعد چار سال تک ریلوے کی تعمیر کی رفتار بہت تیز رہی چنانچہ ۸ اپریل سنہ ۱۸۸۶ء کو سکندرآباد تا ورنگل (۸۶) میل یکم جنوری سنہ ۱۸۸۸ء کو ورنگل تا ڈورنکل (۵۰) میل اور ڈورنکل تا سنگارینی کالریز (۱۵) میل کی لائنوں کا افتتاح ہوا۔ ڈورنکل تا بیتا کا گو کی لائن (۳۲) میل کا بھی اسی سال ۱۵ اگسٹ کو آغاز ہوا۔ ڈورنکل تا سرحد انگریزی (۲۳) میل کی لائن ۱۰ فروری سنہ ۱۸۸۹ء کو جاری ہو گئی۔ حیدرآباد گوداوری ویلی ریلوے لائن سکندرآباد تا منماڑ چند حصوں میں سنہ ۱۸۹۹ء اور سنہ ۱۹۰۰ء میں تکمیل پا گئی۔ اس ریلوے کی تعمیر سے علاقہ سرکار عالی کے ایک زرخیز حصہ کو جو مرہٹواڑی کہلاتا ہے آباد کرنے میں بہت مدد دی۔ اور اس حصہ کی پیداوار کو بمبئی کی منڈی تک پہنچانے میں سہولت بہم پہنچی۔ اس ریلوے کی تعمیر کے بعد سے ریاست میں نئی ریلوں کی تعمیر کا مسئلہ ایک عرصہ تک ملتوی رہا۔

نظام گارنٹیڈ ریلوے کے زیر انتظام

الف۔ حضور پر نور میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ کی تخت نشینی کے بعد پورنا ہنگولی لائن کی تعمیر کی اسکیم جس کا مقصد ہندوستان کی چھوٹی پٹری کی ریلوں میں اتصال قائم کرنا تھا مکمل ہوگئی۔ اور یہ لائن ۵ مئی سنہ ۱۹۱۲ء کو پایہ تکمیل کو پہنچی جنگ کی آمد و رفت کے لئے جاری کر دی گئی۔ لیکن بھی ... سے اس لائن کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا وہ پہلی تھی۔ سنہ ۱۹۱۵ء کے شروع ہی میں سکندرآباد تا کرنول والی لائن کی تعمیر کا آغاز ہوا جو دو حصوں میں یعنی ... ۵ فروری سنہ ۱۹۱۶ء تک مکمل ہو گیا۔ جنگ عظیم کے بعد کساد بازاری اور مالی مشکلات کے مد نظر یہ کام پانچ سال تک سرحد التوا میں رہا اور اس لائن کی تعمیر حدود انگریزی تک یکم ستمبر سنہ ۱۹۲۶ء سے پہلے ختم نہ ہو سکی۔ اس کے دو ماہ بعد کرنول تا ڈونا چلم لائن ایم۔ ایس۔ ایم۔ ریلوے سے حاصل کر لی گئی اور سکندرآباد تا ڈونا چلم لائن سے جنوبی ہند کی چھوٹی پٹری کی ریلوں سے اتصال پیدا ہو گیا۔ قاضی پیٹھ بیلارشاہ لائن کی ابتداء بھی قریب قریب اسی زمانہ میں ہوئی اس لائن نے شمالی اور جنوبی ہندوستان کے درمیان بڑی پٹری کی ریل سے قریب ترین راست مہیا کر دیا۔ اس کی تکمیل چار حصوں میں سنہ ۱۹۲۴ء اور سنہ ۱۹۲۹ء کے درمیان ہوئی اس کا افتتاح اعلیٰحضرت خلد اللہ ملکہ نے ۱۲ ارد بہشت سنہ ۱۳۳۸ف کو بنفس نفیس فرمایا۔ سنہ ۱۹۲۹ء میں پربھنی تا پرلی ویجناتھ (۳۷) میل دو حصوں میں تکمیل پا گئی۔ ابجز اکی زرخیز وادی میں ریل کے ذریعہ حمل و نقل کی سہولت مہیا کرنے کی تجویز ایک مدت سے سرکار عالی کی گورنمنٹ اور ہز جی۔ ایس ریلوے کمپنی کے عہدہ داروں کے زیر غور تھی۔ اس تجویز کی پہلی عملی شکل وقار آباد اور محبوب نگر بیدر (۵۰) میل لائن کی تکمیل سے ہوئی۔ ۳۰ فروری سنہ ۱۹۳۰ء کو جاری کر دی گئی اس موقعہ پر اس امر کا اظہار بے محل نہ ہوگا کہ سنہ ۱۹۱۵ء کے بعد سے ریلوے کی تمام شاہراہوں کی تعمیر سرکار عالی کے سرمایہ سے ہوئی۔ البتہ ان کی تعمیر اور انتظام این۔ جی۔ ایس۔ ریلوے کمپنی کے تفویض رہا۔

(ب) سنہ ۱۹۳۰ء سے ریلوے کا انتظام بجانب سرکار عالی۔

ہماری ریلوے کی تاریخ میں ایک بڑا اہم واقعہ نظام گارنٹیڈ اسٹیٹ ریلوے سے ممالک محروسہ کی ان ریلوں کی خریداری ہے جو یکم اپریل سنہ ۱۹۳۰ء کو وقوع پذیر ہوا۔ اس سے قبل یہ ریلیں سرکار عالی کی ملکیت تھیں اور ان کا نظم و نسق نظام گارنٹیڈ اسٹیٹ ریلوے کمپنی کے توسط سے ہوتا تھا۔ محبوب آباد بیدر سے پرلی ویجناتھ تک کی لائن سنہ ۱۹۳۲ء اور سنہ ۱۹۳۳ء میں دو حصوں میں مکمل ہوگئی۔ ممالک محروسہ کی جملہ ریلوے لائنوں کا طول (۱۳۲۷.۰۸) میل ہے جس میں (۶۸۰.۱۱) میل بڑی لائن ہے اور (۶۵۰.۹۰) میل چھوٹی لائن ہے ریلوے کے محکمہ کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ رعایا کے غالب حصہ کو ذریعہ ریل حمل و نقل کی سہولت بہم پہنچائی جائے۔ چنانچہ بضرورت برانچ لائنیں کھولنے سے پوری کی جاتی ہے اس خیال کے تحت ریلوے لائنوں کی تعمیر کے لئے مشتبال اور نگ آباد۔ بیڑ۔ عادل آباد۔ کی پیمائش ہو چکی ہے۔

سڑک اور ریلوے کا تعاون عمل

ہماری ریلوے کی حالیہ تاریخ میں ایک امتیازی چیز ریل اور سڑک کے حمل و نقل کا باہمی تعاون عمل ہے ہندوستان میں یہ ایک نئی چیز ہے اس لئے یہ کہنے میں تامل نہیں کہ اس بارے میں سرکار عالی کی ریلوے نے ہندوستان کی دوسری ریلوں کی رہنمائی کی ہے اس اقدام سے بڑی سڑک ریلوے موٹر لاریوں کی رقابت کا خوف جاتا رہا۔ چنانچہ جون سنہ ۱۹۳۲ء میں آزمائشی طور پر بس سروس کی بعض مخصوص راستوں پر ابتدا کی گئی۔ اس پالیسی کے مالی نتائج اتنے حوصلہ افزا ثابت ہوئے کہ سنہ ۱۹۳۳ء میں مزید اور مسلسل ترقی کی حکمت عملی قبول کر لی گئی۔ چنانچہ سنہ ۱۹۳۶ء میں ممالک محروسہ سرکار عالی کی قریب قریب تمام شاہراہوں پر مسافروں کے لئے بس سروس جاری کر دی گئی ہے اور بعض منتخب شاہراہوں پر باربرداری کا انتظام بھی عمل میں آگیا ہے۔ اس وقت تک قریب قریب (۳۰۰۰) میل لمبی سڑکوں پر اندازاً (۳۵۰) لاریوں کے ذریعہ سے سروس جاری ہے علاوہ بریں سرکار عالی کے بڑے شہروں یعنی سکندرآباد حیدرآباد و ورنگل میں سوداگروں کے گودام سے ریل تک لانے اور پھر ریل سے سوداگروں کے گودام تک پہنچا دینے کی سروس کا بھی آغاز ہونے والا ہے ہوائی جہاز کے ذریعہ مسافروں کی آمد و رفت کی تجویز بھی زیر غور ہے اگر یہ تجویز منظور ہو گئی تو ریاست فرخندہ بنیاد میں ہر قسم کے حمل و نقل کا کامل اتحاد عمل میں آ جائیگا۔

قومی حکومت کی تشکیل ۔۔۔ ایک قرارداد

نئی دہلی ۹ر جنوری ایک قرارداد میں سیاسی مفاہمت کے متعلق ایک فارمولا تجویز کیا گیا ہے جس کو مرکزی مستقل کمیٹی کے اجلاس کے موقع پر پیش کیا جائے گا یہ فارمولا سردار منگل سنگھ نے مرتب کیا ہے جس میں درخواست کی گئی ہے کہ اس کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ موجودہ سیاسی صورت حال میں کانگریس اور لیگ کے مابین کوئی مفاہمت قطعاً ممکن ہے اور ایک قومی حکومت کی تشکیل ناگزیر ہے۔

آگے چل کر قرارداد میں کہا گیا ہے کہ حکومت ہند کو چاہئے کہ وہ ہندو مسلمانوں، سکھوں، عیسائیوں، اینگلو انڈین، اچھوت اقوام، پارسیوں اور غیر سرکاری یورپینوں کی سربرآوردہ جماعتوں کو ایک جلسہ طلب کرے کہ وہ ایک لیڈر منتخب کریں جس کے رفقاء کار کا فرض اس بات کا اختیار دے کہ وہ حسب ذیل امور پر مرکز میں ایک قومی حکومت تشکیل دینے کے لئے بعجلت ممکنہ گفت و شنید کرے۔

(الف) اس طرح کی تشکیل دی ہوئی حکومت اس وقت تک برسرکار رہیگی جب تک کانگریس اور لیگ میں کوئی مفاہمت نہ ہو جائے۔ (ب) حکومت تاج کے آگے ذمہ دار رہے گی۔ لیکن اپنے نظم و نسق میں کامل آزادی کے ساتھ کام کرے گی۔ (ج) یہ حکومت جنگ کے جاری رکھنے کے سلسلہ میں برطانوی حکومت کی پوری ذمہ داری کا اندازہ کرے گی جو ... برطانوی جنگی مساعی کے ساتھ تعاون کرے گی۔ لیکن ... کمانڈر ان چیف ... کی پالیسی کی نگہداشت کرنے والی ... کا تقرر ... آن کی سفارش پر ... اور ... اس پالیسی کی ذمہ داری ... (د) ... اپنے عہدہ پر آتے ہی فوراً ایک واضح اور بین الفاظ میں اس بات کا اعلان کرے گی کہ وہ ہندوستان کی ... جنگ میں پوری مدد دیگی ... ایک اور قرارداد مرتب کی ہے جس میں سفارش کی گئی ہے کہ ... ضروری سامان فراہم کیا جائے اور زر مبادلہ کی ...

... دوسری قرارداد میں ... سے مطالبہ کیا گیا ہے ... کی نگرانی کے انتظام کر جائیں اور اس میں ترمیمات کرے۔

سوویٹ روس کا تمدنی ارتقاء

روس میں سوویٹ حکومت کے قیام کے بعد سے پچیس سال کی مدت میں عوام الناس نے حیرت انگیز تمدنی ترقی کی ہے اور ایک ایسا تمدن وجود میں آگیا ہے جو تہذیب و تمدن کے حامیوں سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے۔ سوویٹ تہذیب کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ عامۃ الناس میں بہت مقبول ہے۔ سوویٹ مملکت میں عوام الناس کے لئے تہذیب کی ساری منازل طے کرنے کے راستے کھلے ہوئے ہیں۔ سوویٹ حکومت نے اپنے قیام کے بعد ہی متعدد احکام ایسے نافذ کئے جن کا منشاء ملک کی تمدنی زندگی کو منظم کرنا تھا۔

کتب خانے، دار المطالعے، پبلک ادارے، تھیٹر اور سینما وغیرہ حکومت کی نگرانی کے تحت آگئے۔ مدارس میں ایک زبردست تنظیم جدید عمل میں لائی گئی اور تعلیم کو عام کر دیا گیا۔ بڑی تعداد میں تمدنی ادارے مثلاً کلب، دار المطالعہ وغیرہ قائم کئے گئے۔ تمدنی اعتبار سے زار کے عہد میں ترقی یافتہ ممالک سے روس بہت پیچھے تھا۔ لیکن اب پندرہ سال کی مختصر سی مدت میں روس نے ترقی کے وہ منازل طے کئے جن کو دوسری قوموں نے پچاس یا سو سال میں طے کئے تھے۔

ہر تمدن کا سنگ بنیاد تعلیم عوام ہے۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں روس کے تحتانی اور ثانوی مدارس میں طلباء کی تعداد (۷,۸۹۵,۶۰۰) تھی۔ قابل تعلیم بچوں کا ۱/۴ حصہ مدارس میں شریک تھا اور بقیہ مدارس سے باہر تھا۔ سوویٹ حکومت نے تعلیم عامہ کے سلسلہ میں جو کوششیں کی ہیں اس کے نتائج بہت شاندار ہے۔ ہر شخص کو یہ موقع دیا گیا کہ وہ بلا مصارف اپنے بچے کو مدرسہ بھیج سکے۔ سنہ ۱۹۳۹ء میں تحتانی اور ثانوی مدارس کی تعداد (۱۷۱,۵۷۹) تھی اور طلباء کی تعداد (۳۱۳,۸۹۰,۰۰۰) تھی۔ سنہ ۱۹۳۳ء کے بعد سے (۲۰,۶۰۷) جدید مدرسے قائم کئے گئے۔

قومی جمہوریتوں میں مدارس کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں ابتدائی تعلیم کو سارے ملک میں عام کر دیا گیا اور سنہ ۱۹۳۹ء میں فیصلہ کیا گیا کہ ثانوی تعلیم کو تمام دیہی علاقوں اور ساری قومی جمہوریتوں میں عام کر دیا جائے۔ عام تعلیم کے ساتھ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم بھی بڑے پیمانہ پر ترویج کی گئی۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں زار کے عہد میں ثانوی پیشہ ورانہ تعلیم کے لئے (۲۹۵) مدارس قائم تھے اور طلباء کی تعداد (۳۶,۰۰۰) تھی لیکن سنہ ۱۹۳۹ء میں ایسے مدارس کی تعداد (۳,۸۳۲) تھی اور طلباء کی تعداد دس لاکھ۔

اعلیٰ تعلیم کی ترقی بھی حیرت انگیز رہی۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں (۹۱) اعلیٰ تعلیمی اداروں کی تعداد (۵۰۰) اور طلباء کی تعداد (۱۲۰,۰۰۰) تھی۔ اس کے علاوہ (۲۵۰,۰۰۰) اشخاص نے بذریعہ مراسلت اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ سنہ ۱۹۳۹ء میں ایک کروڑ (۲۰) لاکھ سے زیادہ طلباء ثانوی تعلیم پا چکے تھے اور دس لاکھ سے زیادہ جامعی تعلیم حاصل کر چکے تھے۔ مزدوروں اور کاشتکاروں کے اکثر خاندانوں میں جامعہ کے فیلس یا جامعہ کے طلباء موجود ہیں۔

صرف جمہوریہ یوکرین میں موجودہ جنگ سے قبل عہد زار کے مقابلہ میں زیادہ جامعات اور کالج قائم ہیں۔ یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے اعتبار سے جرمنی روس کے مقابل میں بہت بڑھا ہوا تھا۔ لیکن موجودہ جنگ شروع ہونے سے قبل روس میں اعلیٰ تعلیم پانے والے طلباء کی تعداد جرمنی کے مقابلہ میں تقریباً دس گنی زیادہ تھی۔

سوویٹ روس کی تمدنی ترقی میں صحافت کو بہت اہم حصہ ہے۔ اخبارات صحیح معنوں میں آزاد ہیں کیونکہ صحافت کے تمام لوازمات عوام کے ہاتھ میں ہیں۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں (۲۶) ہزار کتابیں شائع ہوئی تھیں لیکن سنہ ۱۹۳۹ء میں (۴۰,۵۶) ہزار کتابیں شائع ہوئیں۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں (۸۵۹) اخبارات شائع ہوتے تھے لیکن سنہ ۱۹۳۹ء میں اخبارات کی تعداد تقریباً (۹) ہزار تھی۔ سوویٹ روس میں ہر قوم اپنی زبان میں کتابیں پڑھ سکتی ہے۔ ہر شعبۂ علم میں عقل انسانی کی بہترین پیداوار کو سوویٹ روس میں بڑی تعداد میں شائع کیا جاتا ہے۔

سوویٹ حکومت کے زمانہ میں سائنس، ادب اور فنون سے متعلق کتابیں ایسی جمہوریتوں میں شائع ہوئی ہیں جہاں کے باشندے انقلاب سے قبل نہ تو حروف تہجی رکھتے تھے اور نہ اپنا کوئی ادب۔ سوویٹ میں افسانے تقریباً چالیس زبانوں میں لکھے جاتے ہیں۔ سوویٹ تھیٹر کے کارناموں کو عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ سوویٹ تھیٹر کی وسعت اور ترقی کا اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جنوری سنہ ۱۹۴۰ء میں تھیٹر کی تعداد (۸۲۵) تھی اور ہر قوم کی تھیٹر علحدہ ہوتی ہے۔

سینما کی ترقی پر سوویٹ حکومت نے بہت بھاری رقم صرف کی ہے۔ سارے ملک میں سینما ہال پھیلے ہوئے ہیں۔ تقریباً چالیس ہزار مستقل سینما ہال موجود ہیں۔ سوویٹ روس کی صنعت فلم سازی نے بیسیوں بہترین فلم تیار کئے تھے جن کی نمائش ساری دنیا میں کی گئی۔ سوویٹ روس کے تمدنی ارتقاء میں سینما کا زبردست حصہ رہا ہے۔ ہر شعبۂ علم میں سوویٹ سائنس کے کارناموں سے مہذب دنیا واقف ہے۔

حسب ذیل اعداد سے سوویٹ روس کی سائنٹفک سرگرمیوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ سنہ ۱۹۳۶ء میں (۷۰۰) سے زیادہ سائنٹفک ریسرچ کے ادارے موجود تھے جن میں چالیس ہزار سائنٹفک ورکن اور پندرہ ہزار بعد [illegible] طلباء مصروف تحقیق تھے۔ تقریباً پانچ سو زرعی تجربہ خانے (۳۳) رصد گاہ اور دو ہزار سے زیادہ کتب خانے اور عجائب خانے موجود ہیں۔ تمدنی انقلاب کے نتیجہ کے طور پر سوویٹ روس میں لاکھوں تعلیم یافتہ افراد پائے جاتے ہیں جن کا تعلق عوام سے ہے اور جو عوام کی خدمت کرتے ہیں۔

جرمنی کی فاسسٹی جماعت تہذیب و ترقی کی سخت ترین دشمن ہے۔ فاسسٹیت اور تہذیب ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ہٹلر نے بربروں کی ایک ایسی فوج تیار کی ہے جن کے جھنڈے پر تہذیب کا قلع قمع اور دوسری قوموں کی آزادی کو مٹانا لکھا ہے۔ ہٹلر کی فوج نے یورپ کے فنی اور تاریخی خزانوں کو خاکستر بنا دیا ہے۔

جرمنی روسی تہذیب سے خاص طور پر متنفر ہے۔ سوویٹ روس کی سرزمین پر جرمن حملہ آوروں کی وحشیانہ حرکات سے ساری دنیا واقف ہے۔ نازی درندوں کے مقابلہ میں اپنی زندگی اور موت کی کشمکش میں سوویٹ روس کے باشندے مبتلا ہیں۔ وہ اپنی آزادی اور تہذیب کی حفاظت کے لئے لڑ رہے ہیں۔ تہذیب و آزادی کو بالآخر کامیابی ہوگی اور فاسسٹی درندوں کو شکست ہو جائے گی۔

جلسہ عطائے اسناد و انعامات

ہزہائینس پرنس آف برار کے دست مبارک سے تقسیم

حیدرآباد ۵ بہمن۔ ہز ہائینس جنرل والا شان ڈاکٹر شہزادہ اعظم جاہ بہادر ولی عہد سلطنت آصفیہ نے مصنوعات ملکی کی پانچویں نمائش کے جلسۂ عطائے اسناد و انعامات کی صدارت فرماتے ہوئے آج شام کے ۵ بجے نمائش کلب باغ عامہ میں انعامات تقسیم فرمائے۔

انعامات میں اسناد، طلائی تمغے، کپ اور نقد رقم تھی۔ والا شان نواب اعظم جاہ بہادر کے علاوہ نواب ظہیر یار جنگ بہادر، نواب کمال یار جنگ بہادر، رانی جوا بائی صاحبہ، نواب صاحب چھتاری صدر اعظم بہادر، نواب عقیل جنگ بہادر، نواب مہدی یار جنگ بہادر، آنریبل مسٹر سید عبد العزیز، نواب غوث یار جنگ بہادر، نواب دولت ... صاحب بہادر، مولوی اکبر علی خاں صاحب انجینئر، ... راس صاحب اور مجلس نمائش کمیٹی اور بعض حضرات نے اپنی جانب سے طلائی تمغے، کپس اور نقد و غیرہ انعامات کیلئے عطا فرمائے۔ (۵۶) طلائی تمغے، (۳۰) برنجی تمغے، (۳۱) نقرئی تمغے، (۲۶) کپس اور (۶۰۰) کی نقد امداد۔

کمہار کمپنی، نظام شوگر فیکٹری، حیدرآباد سگریٹ فیکٹری، اور جدید بنیادی ... سررشتہ جات سرکار عالی، اسٹالات اور بعض جاگیرات نے انعامات حاصل کئے۔

آخر میں مولوی اکبر علی خاں صاحب نے والا شان ولی عہد بہادر کی تشریف آوری پر اظہار تشکر کرتے ہوئے کہا کہ اس سال نمائش مصنوعات ملکی کی انتہائی خوش نصیبی ہے کہ اس کا افتتاح حضرت بندگانعالی نے بنفس نفیس فرمایا اور والا شان حضرت ولی عہد بہادر نے انعامات تقسیم فرمائے۔ کارکنان نمائش، اضلاع اور اہل ملک اس پر جس قدر ناز کریں کم ہے۔ ہم کو یقین ہے کہ شاہزادہ سرپرستی والا شان ولیعہد بہادر کی دلچسپی صنعت و حرفت میں ایک نئے باب کا آغاز کرے گی۔ حضرت والا شان نے نواب ... خان صاحب کو شرف ... اور نواب صاحب نے نذرانہ پیش کرنے کی عزت حاصل کی۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

مسٹر عبدالسلام انکم ٹیکس کمشنر مدراس آج کل حیدرآباد آئے ہوئے ہیں اور سرکاری مہمان ہیں۔

(اسوسی ایٹڈ پریس)

ہمارے نامہ نگار خصوصی کی اطلاع ہے کہ انکم ٹیکس کمشنر کی حیدرآباد میں آمد کو ساہوکاروں کا طبقہ ایک شگون بد سمجھ رہا ہے۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

"ریڈیو پر شعائر اسلامی کی مخالفت" کے عنوان کے تحت "ملت کے واحد ترجمان" نے ایک اداریہ میں تحریر کیا ہے کہ

"کچھ دنوں سے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ ہمارے متنظمین ریڈیو نے بھی یہ طے کر لیا ہے کہ اس عصری ترقی میں اس روشنی کے پھیلانے میں ان کے ریڈیو کو کسی سے پیچھے نہ رہنا چاہیئے چنانچہ کچھ دنوں قبل ہمیں یہ شکایت وصول ہوئی تھی کہ اسلامی مملکت کے ریڈیو پر بھی بعض ایسے لوگ نظم سنانے اور تقریریں کرنے کو مدعو کئے جاتے ہیں جو مسلک اشتراکیت کے دلدادہ ہیں اور جن کی نظموں اور تقریروں میں کبھی بالواسطہ طور پر کبھی بلا واسطہ شعائر اسلام کی مخالفت پائی جاتی ہے۔"

ہم یہ سوچتے ہوئے کہ شعائر اسلام کی حفاظت کے کیا ذریعے ہو سکتے ہیں اس اخبار کے صفحے الٹ رہے تھے کہ معاصر موصوف کی اسی اشاعت میں آخری صفحہ پر ہمیں سینما کا یہ اشتہار نظر آیا۔

"یہ شاہکار اپنے اندر ایک دنیائے حسن آباد رکھتا ہے۔ نیم برہنہ حوران ارضی، چاندنی راتیں، دلکش مناظر، پرجوش محبت، ہنسی دل لگی، چھیڑ چھاڑ۔ غرض اگر آپ چاہتے ہیں کہ کچھ دیر اپنی دنیا کو بھول کر ایک نئی دنیا کی مسرتوں میں گم ہو جائیں تو اس شاہکار کو دیکھئے"

اب ہماری سمجھ میں آ گیا کہ شعائر اسلامی کی حفاظت کس طرح ہو سکتی ہے۔ اداریہ میں اسلام کا نام لے کر دوسروں کو ملامت بنانا اور ہوس زندگی کی آتشی کے لئے سینما کے ایسے اشتہار شائع کرنا جو نوجوانوں کے جذبات میں ہیجان پیدا کر سکیں۔ اس سے گویا فضل بھی قائم رہتی ہے اور گرمی بازار بھی۔

چونکہ کانگریس قید میں ہے اور دنیا کے معاملات سے بے تعلق ہے اور اس کو ارتباط و اتصال کا موقع نہیں دیا جاتا اس لئے ہندو مہا سبھا کی ذمہ داریوں میں از حد اضافہ ہو گیا ہے۔ اس کو ہندوؤں کے خیالات پر اکتفا کر کے مطمئن نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کو تو ایک حد تک کانگریس کا کام انجام دینا چاہیئے (مسٹر اجگو پال چاری)

راجہ جی کا مشورہ بالکل درست ہے۔ جب کانگریس قید میں نہیں ہوتی وہ مہا سبھا کا کام انجام دیتی ہے۔ اب جبکہ کانگریس قید میں ہے مہا سبھا کو کانگریس کا کام انجام دینا چاہیئے۔ اس کو اصطلاح میں "تقسیم عمل" کہتے ہیں۔

کلکتہ میں چاول کے کمی کو دور کرنے پر عہدہ داران سرکاری نے مہر لگا دی ہے۔ یہ کارروائی اس لئے کی گئی کہ اجناس کے ذخیرے جہاں کے وہیں رہیں اور بیک وقت غیر منضبط طریقہ پر فروخت نہ ہوں۔

(اسوسی ایٹڈ پریس)

اگر کلکتہ میں نگرانی قائم رکھنے والے حضرات کی کمی ہے تو ہم بنگال کی حکومت کو مشورہ دیں گے کہ وہ حیدرآباد سے چند تجربہ کار لوگوں کو جو اس وقت نگرانی کا کام انجام دے رہے ہیں طلب کرے تاکہ حیدرآباد کی طرح وہاں بھی کوئی شکایت پیدا نہ ہو۔

جنگ کا اثر عورتوں پر۔ (ایک اخباری سرخی)

عورتیں زیادہ جنگجو ہو گئیں۔ (ایک اطلاع)

ہمارے محکمہ تعلیمات کے ایک بڑے مسلمان عہدہ دار نے حیدرآباد ریڈیو پر پرسوں تقریر کرتے ہوئے کچھ اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا کہ پردہ عورتوں کی تعلیم میں رکاوٹ پیدا کر رہا ہے .... ہم نے خواہش کی تھی کہ ہماری نشرگاہ کی اس روش کو ابھی سے روکنے کی کوئی تدبیر کریں ورنہ اس اسلامی مملکت کی لاسلکی نشرگاہ سارے اذہان میں اسلام دشمنی بھر دے گی۔ (ملت کا واحد ترجمان)

ہمارے معاصر نے اس اداریہ کی اشاعت کے دوسرے ہی روز یہ خبر بھی شائع کی ہے کہ:

"نوابزادہ لیاقت علی خاں معتمد مسلم لیگ کی صدارت میں مسلم وفاق طلبہ کا ایک جلسہ دہلی میں منعقد ہوا جس میں مس حبیبہ مینندی نائب صدر وفاق طلبہ دہلی نے جلسہ کو مخاطب کیا اور سر وقار الملک کے زمانہ سے اب تک مسلم لیگ کی تاریخ پر اجمالاً روشنی ڈالی"

ہم نے "ملت کے واحد ترجمان" سے درخواست کی ہے کہ وہ مسٹر جناح سے یہ خواہش کرے کہ ایسی عورتوں کو جو مردوں کے مجمع میں بے پردہ تقریر کرتی ہیں ملت سے خارج کر دیں اور چونکہ معتمد مسلم لیگ کی صدارت میں یہ جلسہ منعقد ہوا تھا اس لئے ان کے خلاف بھی تادیبی کارروائی کی جائے ورنہ اسلامی ہند کی واحد نمائندہ جماعت کے سارے اذہان میں اسلام دشمنی بھر دیں گے۔

"مولوی مقصود احمد خاں صاحب رکن مجلس نگرانی نرخ اشیاء کی صدارت میں چیز فروشوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔" (ایک خبر)

یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کانفرنس کب اور کہاں منعقد ہوئی اور کیا مسائل زیر بحث رہے۔ بعض لوگوں کو شبہ ہے کہ یہ کانفرنس منعقد ہوئی بھی یا نہیں اور بعض لوگ اس کی ہیئت ترکیبی کو دیکھ کر کہتے ہیں۔

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ

آریہ سماج ورنگل کے سالانہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر نریندر معتمد آریہ سماج حیدرآباد نے کہا کہ

"دو قوموں کا اصول انگریزوں کی دین ہے۔ انگلینڈ، امریکہ اور روس میں ایک قوم نہ ہوتے ہوئے آج وہ ایک قوم کی طرح زندگی بسر کر سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہندوستان کی مختلف قومیں ایک فیڈریشن کے تحت زندگی بسر نہ کریں۔"

جب دو قوموں کا نظریہ غلط ہے تو پھر ہندوستان میں مختلف قومیں کہاں سے آ گئیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ "دو قوموں کا اصول انگریزوں کی دین ہے" اور مختلف قوموں کا اصول خدا کی دین ہے۔

قول کی محویت میں فعل فراموش نہ ہونا چاہیے

پروفیسر الیاس برنی صاحب کا خطبۂ صدارت

افسوس ہے کہ ہم عدم گنجائش کی وجہ سے پروفیسر الیاس برنی صاحب کا ناصحانہ خطبۂ صدارت بتمام و کمال شائع نہ کر سکے۔ اس اشاعت میں صرف ایک اقتباس شائع کیا جا رہا ہے جس کا بغور مطالعہ ہمارے پبلک اداروں اور پبلک کارکنوں کے لئے محرک عمل ثابت ہوگا۔ "مملکت"

موتمر۔ مجلس۔ بزم۔ انجمن۔ سبھا۔ سوسائٹی۔ ایسوسی ایشن۔ کانفرنس۔ لیگ۔ کانگریس۔ ہر عنوان سے ملک میں جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ تقریریں ہوتی ہیں۔ تحریریں منظور ہوتی ہیں۔ خوب رونق اور چہل پہل رہتی ہے۔ جوں جوں تعلیم پھیلے گی۔ بیداری پھیلے گی۔ جلسوں کا رجحان بڑھے گا۔ اور یہ رجحان حیات ملی کا مقتضا مانا جائے۔ چنانچہ ترقی یافتہ ممالک میں جلسوں کا یہ رجحان بہت قوی پایا جاتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس رجحان میں ایک خطرہ بھی چھپا رہتا ہے۔ وہ یہ کہ اگر قول کی عادت اس درجے بڑھ جائے کہ قول ہی مشغلہ بن جائے۔ قول ہی قول پر اکتفا کیا جائے۔ اور عمل کی نوبت کم آئے تو جلسوں اور تقریروں کی کثرت در اصل بے عملی کی علامت ہے۔ کام کرنے میں زیادہ کلام کی فرصت اور ضرورت نہیں ہوتی۔ ترقی یافتہ ممالک میں کام کی جو رفتار و مقدار ہے۔ اس کے حساب سے کلام کا تناسب کچھ زیادہ نہیں رہتا۔ لیکن ہندوستان جیسے کم کار بلکہ بیکار ملک میں کام کے مقابل کلام کا تناسب بہت بڑھا نظر آتا ہے۔ کلام میں تخفیف تو شاید ممکن اور مناسب نہ ہو۔ لیکن کام میں اضافہ بہر صورت لازم ہے۔ ورنہ دماغ پاشی اور سمع خراشی سے در و سر کے سوا کیا حاصل۔

فطرت انسانی کا اک مشاہدہ ہے۔ وہ یہ کہ جسم میں عمر کی مناسبت سے قوت اپنا مرکز بدلتی ہے۔ مثلاً لڑکپن میں ٹانگیں قوت کا مرکز بنی رہتی ہیں۔ لڑکے خوب دوڑیں لگاتے ہیں۔ نہ تھکتے ہیں جوانوں کو مارتے ہیں۔ موقع ملے تو دوڑیں لڑکپن ہی کسی سے پیچھے نہیں رہتیں۔ لیکن جوانی میں کمر قوت کا مرکز بن جاتی ہے۔ فی الجملہ کمر کی قوت ہی جوانی کہلاتی ہے۔ اس عمر میں کام کی امنگ آتی ہے۔ ذمہ داری کا بار سہارنے کی ہمت بڑھ جاتی ہے۔ بالآخر بڑھاپے میں کہتے ہیں۔ ساری قوت کھنچ کر زبان میں آ جاتی ہے۔ گویائی بہت بڑھ جاتی ہے۔ زبان قرار کم پاتی ہے چنانچہ بڑے بوڑھوں کی باتیں مشہور ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ اکابر کے ممتاز مستثنیات ہمیشہ سے معروف و مسلم ہیں۔ مگر وہی بڑھاپے کی ایک شکل ہے۔ چنانچہ کمزور بھی طول کلام کی طرف مائل رہتے ہیں۔ اور باتوں کو ہی بے عملی یا بے بسی کا بدل سمجھتے ہیں۔

قوم جو افراد کا مجموعہ ہوتی ہے۔ وہ بھی افراد کی طرح اپنی قوت کا مرکز بدلتی ہے۔ بڑی بڑی سلطنتوں کی تاریخ شاہد ہے کہ بالعموم کوئی قوم ترقی کرتی ہے تو ابتدائے عروج میں وہ دور دراز ممالک تک پھیل جاتی ہے کمال عروج میں وہ اپنی گونا گوں سیادت و حکمرانی سے سطوت و شوکت کا سکہ بٹھاتی ہے۔ دنیا بھر کا کام نباتی ہے۔ بڑی بڑی ذمہ داریوں کا بار اٹھاتی ہے۔ زوال عروج میں قوت گھٹتی ہے۔ وہ حکمت عملی پر اتر آتی اور زیادہ تر باتوں سے کام چلاتی ہے۔ اور اس میں کمال دکھاتی ہے۔ اسی طرح وضعداری نبھاتی ہے۔ عملی ذرائع کمزور قومیں بھی عمل سے معذور یا محروم ہونے کے سبب جلسوں اور تقریروں کی بہت شائق ہوتی ہیں۔ اور موقع ملے تو اسی طرح اپنے دل کی بھڑاس نکال کر تسکین پاتی ہیں۔

پھر تقریریں کی جائیں تو ان میں ایک امر قابل احتیاط ہے۔ طب کا اصول ہے اور عام تجربہ بھی شاہد ہے کہ کوئی اشتعال انگیز غذا یا دوا استعمال کی جائے تو ابتدا میں ضرور فوری تقویت محسوس ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ اکثر استعمال کی جائے تو طبیعت عادی ہو کر تسکین اس کی متحمل اور محتاج ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ بصورت استعمال اس کی تقویت کمتر محسوس ہوتی ہے۔ لیکن بصورت عدم استعمال اس کی احتیاج سخت تر معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ اکثر منشیات اور بعض مقویات و مفرحات کی بالعموم یہی کیفیت ہے کہ استعمال کے بغیر چین نہیں اور جس قدر استعمال کرو کم۔

یہ نرا اشتعال آمیز تقریر کا بھی سامعین پر بھی اثر پڑتا ہے۔ خواہ اشتعال کا نتیجہ حسب منشا یا خلاف منشا۔ نیک ہو یا بد۔ اصلاح ہو یا فساد۔ خیر ہو یا شر۔ ایسی تقریریں کبھی کبھی کمان میں پڑیں تو رنگ لاتی ہیں۔ دل میں جوش بڑھ جاتی ہیں۔ کام کر جاتی ہیں۔ لیکن پر جوش تقریریں اکثر سننے تو بے اثر ہو جاتی ہیں چنانچہ جو خطیب وقتاً فوقتاً فوری نتیجے کے لالچ میں تقریر سے اپنے سامعین کو اکثر جوش دلاتے رہتے ہیں۔ وہ بالآخر پچھتاتے ہیں۔ سامعین میں عادتاً بے حسی اور بزدلی پیدا ہو جاتی ہے۔ جوش کی تقریر سننے سے ان میں جوش کم پیدا ہوتا ہے۔ لیکن تقریر میں جوش نہ ہو تو وہ اس کو مردہ سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ تقریر بجائے خود کتنی ہی معقول اور مفید کیوں نہ ہو۔ وہی صورت ہے کہ جو لوگ نشے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ منشیات کے بغیر اچھی سے اچھی غذا میں لطف کم پاتے ہیں۔ کلام میں بھی عادت اسی طرح بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ غالب نے کہا ہے اور خوب کہا ہے ؎

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

جلسوں اور تقریروں کے متعلق میں نے جو کچھ عرض کیا اس کا منشا یہ کہ قول و فعل کا باہمی تناسب ملحوظ رہے۔ اصول یہی ہے کہ قول فعل کا محرک اور معین ہوتا ہے۔ فعل کا بدل نہیں ہو سکتا یعنی قول کی محویت میں فعل فراموش نہ ہونا چاہیے۔ لیکن ملک و ملت کی راہ ترقی میں جس عمل کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے۔ وہ بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ خاص کر ترقی کے موجودہ دور میں کارگزاری کا معیار بڑے عزم و استقلال کا طالب ہے۔ ہمیشہ سے زیادہ آج کارگزاری کے واسطے مساعی کی ہمہ گیر جمعیت لابد ہے۔

موجودہ معاشی مسائل

جماعت اتحاد و ترقی کی تجاویز

حیدرآباد ۔ ۵ مہر اسفندار۔ مجلس عاملہ جماعت اتحاد و ترقی نے اپنے ایک حالیہ اجلاس میں جو بمقام بیت الاکبر سیف آباد نواب میر اکبر علی خان صاحب بیرسٹر کی صدارت میں منعقد ہوا۔ منجملہ دوسرے اہم امور کے موجودہ گرانی، اشیائے ماحتاج اور چھوٹے سکوں کی کمیابی یا عدم میسری جیسے امور پر بھی غور کیا۔ ان مسائل پر مزید غور کرنے اور اس کے مناسب حل کی نسبت تجاویز مرتب اور پیش کرنے کے لئے ادارہ کی ایک ذیلی کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی جو اپنی رپورٹ اور تجاویز سے مجلس عاملہ کو دو ہفتوں کے اندر مطلع کرے گی۔ ارکان جماعت عوام کے تعاون کے متمنی ہیں۔ چنانچہ یہ خواہش کی گئی ہے کہ وہ اپنی مشکلات اور اس کے حل کی مناسب تجاویز سے اندرون ایک ہفتہ معتمد صاحب جماعت مذکور رابطہ گروہ اس صاحب بی اے ایل ایل بی کمان محل کو مطلع کریں، تاکہ تشکیل کردہ ذیلی مجلس کے غور کے وقت عوام کی صحیح مشکلات سے واقفیت ہو اور تجاویز سے اگر وہ مناسب اور قابل عمل ہوں تو استفادہ اور اس کے انسدادی تدابیر پر غور کر کے جدا جدا مسئلے کے پورے خط و خال سے جلد از جلد حکومت کو مطلع کیا جائے۔ (اورینٹ پریس)

دولتمندوں کی دولت میں اضافہ اور غریبوں کی تباہی

پانچویں معاشی کانفرنس

"حیدرآباد ۲۴ر جنوری۔ "کاشتکاروں کی خوشحالی کو بڑا جزو ہے۔ کاشتکار مالک زمین رہیں تو بھی زمین پر ان کو قبضہ دیرپا ہونا چاہیئے ورنہ ممکن نہیں ہے کہ زمین کی درستی میں وہ دل کھول کر کوشش کریں۔ پھر بصورت ضرورت ان کو مناسب شرائط پر قرض ملنی چاہیئے۔ کہ کثرت سود سے وہ زیر بار نہ ہوں۔ لگان اور مالگزاری بھی اتنی نہ بڑھنے پائے کہ کاشتکار مفلس رہ جائیں" ان الفاظ میں الیاس برنی سابق صدر شعبہ معاشیات جامعہ عثمانیہ نے پانچویں معاشی کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے اپنا خطبہ صدارت پڑھا۔

سالانہ اجلاس معاشی کانفرنس آج شام کے پانچ بجے باغ عامہ میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں نواب مہدی یار جنگ بہادر، نواب مرزا یار جنگ بہادر، نواب خسرو جنگ بہادر، راجہ بہادر وینکٹ راما ریڈی، مسٹر لیاقت اللہ خاں اور مسٹر ایم انصاری، ڈاکٹر میر علی خاں، ڈاکٹر مظفر حسین، ڈاکٹر سید عبداللطیف، راجہ لکشمی نواس گیرجی وال، نواب احسن یار جنگ بہادر، میجر ایم جی نائیڈو کے علاوہ دیگر ممتاز عہدہ دار اور عوام کی ایک کثیر تعداد شریک تھی۔

کانفرنس کا آغاز علامہ اقبال مرحوم کی نظم سے ہوا۔ مسٹر ایل۔ این۔ گپتا کے خطبہ استقبالیہ کے بعد آنریبل مسٹر غلام محمد صدر المہام بہادر مالیہ نے کانفرنس کی افتتاحی تقریر فرمائی۔ اس کے بعد پروفیسر الیاس برنی نے اپنا صدارتی خطبہ پڑھا۔

مسٹر لکشمی نارائن گپتا معزز حاضرین کا استقبال کرتے ہوئے حیدرآباد معاشی انجمن کی کارگزاری کا ذکر کیا۔ سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر گپتا نے کہا کہ جنگ نے معاشی سرگرمیوں کی ضرورت کو شدید کر دیا ہے جس کے لئے وسیع مرقع اور امکانات پیدا ہو گئے ہیں بالخصوص صنعت و حرفت کے میدان میں ضرورت ہے کہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے اور محض ہنگامی طور پر ہی نہیں بلکہ مستقل طور پر ایسی صنعتوں کا قیام عمل میں لایا جائے۔ جو ہمارے حالات اور ماحول کے لئے ضروری ہیں اور جن کے لئے ہمیشہ ہم دوسروں کا منہ تاکتے رہتے ہیں۔

جنگ کی وجہ پیدا شدہ معاشی سرگرمیوں کا یہ قدرتی نتیجہ عوام کی قوت خرید میں غیر معمولی اضافہ ہے لیکن جہاں آجکل دولتمندوں کی دولت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے وہاں غریب تباہ ہوتے جا رہے ہیں۔ گرانی جو آسمان سے بات کر رہی ہے روزمرہ کی ضرورتوں کے سامان کو گھٹتی ہوئی بھی اور قوت پیداوار کا روزمرہ ضرورت کے اشیاء کی پیدائش کے بجائے دوسری اشیاء پر زیادہ مائل ہونے کی وجہ سے ایسی کمیاں پیدا ہو گئی ہیں جنہیں اگر دانشمندی اور تدبر سے سلجھایا جائے تو ہماری معاشی اور سماجی زندگی میں بڑا انتشار پھیلنے کا اندیشہ ہے ایسی صورت میں حکومت کے لئے یہ ضروری ہے کہ قیمتوں کی روک تھام اور کھانے پینے کی چیزوں اور پہننے اوڑھنے کے سامان سب کو مہیا ہونے کی تدبیر کرے۔ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے مسٹر گپتا نے کہا کہ تجدید دور کو شاید ہمیں ساری دنیا کو ایک سمجھنا پڑے گا اور اپنے غور و خوض کو ایسی تدبیروں اور کوششوں پر مرکوز کرنا پڑے گا جس سے دنیا بھر کی دولت اور نعمت سے دنیا بھر کے آدمی بلا تفریق رنگ و قوم مذہب و ملت متمتع اور فیضیاب ہو سکیں۔

برطانیہ جیسے ملک کے بھی جہاں مدتوں سرمایہ گری اور قدامت پسندی کا دور دورہ رہا ہے۔ اور جہاں برسوں سے انیسویں صدی کے معاشیین نے اپنا سکہ جما رکھا تھا آج بجنسہٖ خدمت سے کام کر رہا ہے کہ جنگ کے بعد سماجی اور معاشی معاملات کا انتظام بالکل انصاف اور مساوات پر ہو حال حال میں جو بیوریج پلان شائع ہوا ہے اسی نقطہ نظر کو ظاہر کرتی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ جنگ کے بعد ان ممالک میں بھی جہاں سرمایہ داری کا دور دورہ ہے جو معاشی نظام قائم ہوگا وہ اشتراکیت یا اشتمالیت سے زیادہ مختلف نہ ہوگا سوائے اس کے کہ اس میں ذاتی جائداد کی ملکیت ممنوع نہ ہوگی۔

آنریبل مسٹر غلام محمد نے اپنی افتتاحی تقریر میں کورکسان معاشی کمیٹی طیلسانین جامعہ عثمانیہ کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اپنے استاد پروفیسر الیاس برنی کے موجب انہیں تقریر کرنے کا اتفاق ہوا۔ میں نوجوانان معاشی کمیٹی کو مبارکباد دیتا ہوں کہ وہ معاشی مسائل میں کافی دلچسپی لے رہے ہیں۔ لیکن محض تفریحات یا نمائش کے انعقاد سے ہم اصل معاشی مسائل کو حل نہیں کر سکتے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ملک کے معاشی مسائل میں زیادہ دلچسپی لیں اور تعمیری کاموں میں ہاتھ بٹائیں۔

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے آنریبل رکن مالیہ نے مختلف مسائل متعلقہ صنعت و حرفت، تعلیم اور تعین نرخ اشیاء کے لئے منجانب حکومت جو احتیاطی تدابیر اختیار کی گئی ہیں وہ عوام کے سامنے ہے۔ گرانی کے اصلی اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے آنریبل موصوف نے فرمایا کہ گرانی کے اصلی اسباب ذخائر کی ناجائز فراہمی اور رجحان نفع اندوزی میں موجودہ گرانی محض مصنوعی ہے جس کے دور کرنے کے لئے عوام کا اشتراک عمل ضروری ہے۔ آخر میں آنریبل موصوف نے کہا کہ وقت آگیا ہے کہ ہم ایک جدید معاشی حکمت عملی کے تحت آگے بڑھیں اور پرانے دقیانوسی خیالات کو خیرباد کہیں تاکہ ہم حالات مابعد از جنگ کا مقابلہ کر سکیں۔ اس سلسلہ میں مقرر نے ان نقادوں کا جواب دیا جو حکومت کی پالیسی پر آئے دن نکتہ چینی کرتے رہتے ہیں آخر میں صاحب موصوف نے دیہی تنظیم پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اس امر پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ نوجوان دیہاتوں کی جانب رجوع ہوں۔

اس افتتاحی تقریر کے بعد پروفیسر الیاس برنی نے اپنا صدارتی خطبہ پڑھا جس کے ختم پر حسب ذیل قرارداد عقیدت منظور کی گئی۔

"ممالک محروسہ سرکار عالی کی یہ پانچویں معاشی کانفرنس بہ کمال ادب و احترام اپنے آقائے ولی نعمت سلطان العلوم اعلیٰحضرت بندگان عالی قبلہ، دکن و برار خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ کی بارگاہ میں جذبات عقیدت وفاداری پیش کرنے کی عزت حاصل کرتی ہے حضرت پیر و مرشد ظل اللہ العالی کی ذرہ بین نظر نے محسوس فرمایا کہ ملک کی ترقی و خوشحالی کا اصل راز معاشی ترقی میں مضمر ہے اور اس غرض کے لئے نمائش مصنوعات ملکی کے افتتاحیہ خطبہ عالیہ میں جو ارشادات بالخصوص سرمایہ داروں کے متعلق فرمائے گئے ہیں اس پر کانفرنس بصد ادب ہدیہ تشکر پیش کرتی ہے اور یقین واثق رکھتی ہے کہ اس شاہانہ ہمت افزائی و سرپرستی سے معاشی ترقی کے ایسے وسائل بہت جلد مہیا ہو جائیں گے جن سے زمانہ حال کی گوناگوں مشکلات رفع ہو سکیں۔ اور سرزمین دکن زیر سایہ ہمایونی دیگر ترقی یافتہ ممالک کے دوش بدوش بام ترقی پر پہنچ سکے۔

قرارداد کی منظوری کے بعد مختلف معاشی مصنوعات پر مقالے پڑھے گئے اور معتمد معاشی کانفرنس نے گزشتہ سال کی رپورٹ سنائی۔

مسئلہ سرمایہ صنعتی

بقیہ سلسلہ صفحہ (۳)

ہماری مقامی ضروریات کے لئے کافی مقدار میں موجود ہیں اور یہ قلعی غذا ان ہی مقامات کے قریب قوت برقابی بھی کافی پیمانہ پر مہیا ہو سکتی ہے وغیرہ کوئلہ کی معدن بھی کچھ بہت فاصلہ پر نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ریاست میسور بمقام گرداوری پاروا واقع ہے اور ہمارے کوئلہ کی معدن سن گرم سے قریب ہے لاکھوں ٹن لوہے کا معدن موجود ہے۔ لہذا ضرورت اس کی ہے کہ ہماری حکومت اس بنیادی صنعت کی طرف فوری توجہ مبذول فرمائے۔

(۵) بنیادی اشیائے کیمیائی کی نسبت یہ عرض کرنا ہے کہ کوئی صنعت خواہ چھوٹی ہو یا بڑی بغیر اشیائے کیمیائی کے جاری نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ "ٹاٹا" نے پانچ کروڑ روپیہ کے سرمایہ سے ریاست بڑودہ میں ایک وسیع کارخانہ قائم کیا ہے اور ہمارے یہاں ایک کروڑ کے سرمایہ سے ایک کارخانہ موسومہ "حیدرآباد کیمیکل اینڈ فرٹیلائزر لمیٹیڈ" بمقام بیلم پلی سرپور کاغذ نگر کے قریب قائم کیا جا رہا ہے اور امید ہے کہ جلد بنیادی کیمیائی اشیاء جو اس وقت دوران جنگ میں تیار ہو سکتی ہیں فراہم ہو جائیں۔ اس صنعت میں بھی ریاست میسور اور بڑودہ نے ہماری حکومت سے قبل پیش قدمی کی اور اگر ہم جنگ سے پہلے اس صنعت کو قائم کر لیتے تو اس وقت جو مشکلات فراہمی اشیاء میں درپیش ہو رہی ہیں وہ رفع ہو جاتیں اور کثیر فائدہ ہوتا۔ یہ بھی ظاہر کر دینا مناسب ہے کہ یہ صنعت ترقی زراعت کے لئے بھی نہایت ضروری ہے کیونکہ کیمیائی کھاد اس صنعت کی بدولت ملک میں ارزاں داموں پر دستیاب ہو سکے گی۔

(۶) انجن و آلات صنعتی و زراعتی کی تیاری کا مسئلہ تمام ہندوستان کے لئے نہایت اہم ہے۔ جب تک کہ کسی ملک میں مشنری و آلات جو صنعتی کارخانے کے لئے لازمی ہیں تیار نہ ہو سکیں اس کا دوسرے ممالک میں جہاں یہ مشینیں اور آلات تیار ہوتے ہیں مقابلہ کرنا نہایت مشکل ہے۔ چنانچہ جاپان کا راز ترقی یہی ہے کہ وہاں جتنی مشنری و آلات کی صنعتی کارخانوں میں ضرورت لاحق ہے وہ دیسی اسی ملک میں تیار ہوتے ہیں تاکہ وہ ہر حالت کا وقت محتاج نہ رہنا پڑے جیسا کہ ہندوستان اس وقت ہے۔ لہذا اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ایک وسیع کارخانہ ایسے مقام پر جہاں فولاد ...... آہن مہیا ہو سکے قائم کیا جائے جس میں ہر اقسام کے بڑے بڑے مشین و انجن و آلات وغیرہ ہمارے ہی ملک میں تیار ہو سکیں۔

(۷) آخر میں یہ عرض کرتا ہوں کہ کسی ملک اور قوم کی ترقی بغیر توازن زرعی و صنعتی ممکن نہیں۔ اور یہ امر مسلمہ ہے کہ ہمارا ملک حقیقتاً زرعی ہے مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ ہم محض غلہ چین ہی بنے رہیں اور جب تک کہ زرعی ترقی کے ساتھ ساتھ صنعتی ترقی بھی نہ کی جائے نتیجہ معاشی لحاظ سے ہرگز اچھا برآمد نہیں ہو سکتا۔ موجودہ جنگ میں اس کا ثبوت ظاہر ہو چکا ہے اور جو ملک محض صنعتی ہیں ان کو اس وقت غذا کی فراہمی میں کافی مشکلات لاحق ہو رہی ہیں اور اسی طرح جو ملک محض زراعتی ہیں ان کو بھی متعدد دشواریاں پیش آ رہی ہیں لہذا توازن زرعی و صنعتی ایک حد تک قائم رکھنا فلاح و بہبودی ملک کے لئے نہایت لازمی ہے۔ پس حکومت کو چاہئے کہ اس اصول کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اور نہ صرف زرعی ترقی کے لئے کوشاں رہے بلکہ صنعتی ترقی کے لئے بھی خاص طور سے ذرائع پیدا کرے۔ دنیا میں جو جنگ مہیب جاری ہے اس کی وجہ فطرت حیوانی یعنی بغض و حسد معاشی ہے۔ کیونکہ ہر ایک حیوان اپنی بقائے زندگی کی کوشش میں رہتا ہے۔ اور افسوس ہے کہ باوجود تعلیم و تربیت کے اس وقت انسان جو حقیقتاً حیوان ناطق ہے اپنے فطرتی اصول کی کارفرمائی میں بغیر کسی غور و فکر کے منہمک ہو کر ایک دوسرے کی تباہی میں کوشاں ہے اور صحیح معنوں میں زمرۂ انسانیت سے خارج اس دور حیوانی کا علاج صرف ایک ہی ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ خالق مطلق نے جو اصول اخوت انسانی بذریعہ مذاہب قائم کئے ہیں اس پر گامزن ہو جائے اور اپنے پروردگار کو کسی حالت میں فراموش نہ کرے۔

---

۲۳ جنوری۔ جنوبی روس کی اصل لڑائی کیمسک وسط ڈان اور روستوف کے مثلث کے اندر اور اس کے اطراف ہو رہی ہے۔ جیسے ہی روسی افواج روستوف کی طرف آگے بڑھیں جرمنوں نے زیادہ مقاومت کرنی شروع کر دی پہلے موقع پر کہ دشمن چٹ کر لڑے روسیوں نے تیزی کے ساتھ پیشقدمی شروع کر دی۔ اگر جرمن یہ چاہتے ہیں کہ ۱۹۴۲ء جو کچھ علاقے انھوں نے فتح کئے ہیں وہ ان کی فوجوں کے ہاتھ سے جانے نہ پائیں۔ تو پھر انہیں روستوف پہنچے رہنا پڑے گا۔

وسطی محاذ کے آگے ماسکو کے مغرب میں روسی دستے آگے بڑھا دئے گئے۔

وسط ڈان کے دفاعی مقامات پر روسیوں کا قبضہ

ماسکو۔ ۲۰ جنوری۔ جنوبی محاذ پر روسیوں کی مزید مقامی فتوح کا اعلان کیا گیا ہے آج سہ پہر کے روسی اعلامیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ شمالی قفقاز میں روسیوں نے کامیاب پیشقدمی کی جس میں ایک اور مقام فتح کیا گیا۔ باوجود جرمنوں کی مقاومت کے روسیوں نے یہ فتح عظیم حاصل کی اور کثیر مال غنیمت پایا۔

اسٹالن گراڈ کے جنوب اور جنوب مغرب کے محاذ پر ایک جگہ روسی ٹانکوں کی آڑ سے کر دشمن کے مورچوں میں گھس آئے اور دو مقامات پر قبضہ کر لیا۔

گزشتہ شب وسط ڈان کی لڑائی میں روسیوں نے متعدد دفاعی مقامات پر قبضہ کر لیا اور ایک لڑائی میں جرمنوں کی کئی افواج کے ایک دستے کو ہزیمت دی گزشتہ

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۰)

روسیوں کی معرکہ آرائی بدستور جاری ہے

بے شمار مال غنیمت اور متعدد فتوحات

ماسکو۔ ۲۰ جنوری۔ محاذ کے رات گئے مراسلات میں بیان کیا گیا ہے کہ روستوف کی جانب روسیوں کی دو کو یلغاریں اچھی طرح جاری ہیں۔ ایک یلغار تسلسکیا سے دریائے ڈان کے زیریں حصہ میں کی ...... جاری ہے اور دوسری قفقاز سے روستوف کے شمال مغرب میں کی جا رہی ہے۔

اسٹالن گراڈ کے جنوب میں جرمن تازہ کمکی افواج لے آئے ہیں اور اپنی مقاومت میں سختی ظاہر کرتے ہوئے کوشش کر رہے ہیں کہ شہر کے جنوبی مربع علاقہ میں اہم قدرتی خطے بچے رہیں۔

ماورائے قفقاز ریل کی سڑک پر جرمنوں نے دبابوں اور پیادہ اجزاء فوجوں کو لڑائی میں جھونک دیا ہے اور شدت کے ساتھ جوابی حملے کئے جا رہے ہیں۔

ان دونوں محاذوں پر روسیوں نے دشمن کی مقاومت کو پسپا کر دیا اور وسط ڈان میں دشمن پر پیشقدمی کر رہے ہیں۔ اور کل قفقاز میں روسی فوجوں نے مزید اہم کامیابیاں حاصل کیں۔ وسط ڈان کے علاوہ روسیوں نے مزید (۶) شہر فتح کئے۔ شمالی قفقاز میں روسی فوجیں روستوف و باکو ریلوے کے متصل آگے بڑھتے ہوئے کم (۲) شہر اور دو ریلوے اسٹیشن فتح کئے۔

اسٹالن گراڈ کے جنوب مغرب میں جرمن پھر لڑ رہے ہیں لیکن روسی فوجیں دشمن کی مقاومت پر غالب آ کر اور آگے بڑھ رہی ہیں۔ ان فوجوں نے مزید شہر اور گاؤں فتح کر لئے اور دشمن کو ایک اہم مورچے سے بے دخل کر دیا۔ جو مال غنیمت روسیوں نے حاصل کیا ہے اس کی مقدار بہت زیادہ ہے۔ روسیوں نے گولہ بارود کے دو ذخائر اڑا دئے۔

آج صبح کے روسی اعلامیہ میں جرمنوں کے ان تمام نقصانات کی فہرست دی گئی ہے جو انہیں اسٹالن گراڈ کے جنوب اور جنوب مغرب میں پہنچے۔ اعلامیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ جنوری کی پہلی تاریخ سے پانچویں تاریخ تک روسی افواج نے ۶ ہزار ۵ سو محوری قیدی پکڑے۔ (۱۵۰) لیارے (۱۵۰) دبابے (۲۲۲) توپیں (۲۵۰) مشین گنیں چار ہزار پانچ ہزار کے درمیان سامان جنگ سے لدی ہوئی گاڑیاں۔ ۵۰ ہزار بند وقیں دو کروڑ سے زیادہ کارتوس (۳) لاکھ گولے ۵ لاکھ بم اور ۲۰ لاسلکی کے آلات مال غنیمت میں پائے گئے۔

ان ہی پانچ دنوں میں اسٹالن گراڈ کے جنوب اور جنوب مغرب میں روسیوں نے ۲۰ ہزار دشمن کا صفایا کر دیا۔ پانچ نومبر کے بعد جب سے کہ اس محاذ پر روسیوں کی جوابی پیشقدمی شروع ہوئی ہے روسی فوجوں نے (۱۳۴۳) شہر اور بستیاں چھین لئے۔ ۲۲

حق خود ارادیت کی مخالفت

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱)

سے آزادی نہیں دے گا۔ یہ توہم کہ اگر کانگریس اور مسلم لیگ ایک آواز سے مطالبہ کریں تو ایسا مطالبہ ناقابل مزاحمت ہو گا مسلم لیگ کی اہمیت کو غیر معمولی طور پر بڑھا رہا ہے۔ جوں ہی مسلم لیگ، کانگریس سے متفق ہو جائے گی اور سارا ہندوستان ایک متحدہ مطالبہ پیش کرے گا برطانیہ تو اسے جواب دے گا تمہارا رویہ بہت اچھا ہے۔ آزادی کے مطالبہ میں ہندو، مسلمان اور سب متفق ہیں۔ لیکن چونکہ تم متحد ہونے کے باوجود بھی کمزور ہو اس لئے ہتھیار اور اپنی آپ حفاظت کے ناقابل ہیں برطانیہ غلطی کو تم پر ابھی حکومت کرنی چاہئے کہ تمہیں بیرونی حملہ آوروں سے محفوظ کیا جائے؟

ان لوگوں کا جواب دیتے ہوئے جو یہ استدلال کرتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو شمال مغربی سرحدی صوبوں میں ایک آزاد وفاق قائم کرنے کا حق دیا جائے (جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں) تو کوئی مخالفت نہیں مسٹر ساورکر کہتے ہیں کہ ایسا خیال ہمارے لئے خودکشی کے مترادف ہے۔ اس کے نوجی مضمرات کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ کوئی قوم اپنی زبردست سرحدوں کو ان لوگوں کے سپرد کر سکتی ہے جو مرکزی حکومت سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ اور کیا پاکستان کے بعد پٹھانستان وجود میں آئے گا۔ جب تک مسلمان اپنے مطالبہ سے دست بردار نہ ہو جائیں حقیقی اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے مطالبہ کو تسلیم کرنے سے اتحاد پیدا ہو گا مگر اس کی کیا ضمانت ہے کہ اس مطالبہ کو قبول کرنے سے اتحاد کے بجائے پٹھانستان کا مطالبہ پیش نہیں کیا جائے گا کیونکہ جو لوگ (مسلمان) اب کمزور ہیں قوی تر ہو جائیں گے اور ہندوؤں کا موقف اسی مناسبت سے کمزور ہو جائیگا۔ ایسا اتحاد جو قوم کو زیادہ خطرناک موقف میں ڈال دے کھلی دشمنی سے بدتر ہے۔

مسلمانوں کو محکوم رکھنے کی کوشش

مسٹر ساورکر نے اس بات پر زور دیا کہ ہندوستان میں ہندو اکثریت میں ہونے کی وجہ سے ایک قوم ہیں اور مسلمان محض ایک فرقہ کیونکہ دوسرے فرقوں کی طرح وہ اقلیت میں ہیں اس لئے ان کو معقول تحفظات سے مطمئن رہنا چاہئے جو ہندوستان کی دیگر اقلیتوں کو دئے جا رہے ہیں۔ ہندوستان کی کسی اقلیت کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ مرکزی یا صوبہ واری حکومتوں میں شریک ہونے کے شرط مقدم کے طور پر وہ ہندوستان کے اتحاد کو توڑنے کا مطالبہ کرے۔

ہم جو کچھ وعدہ کر سکتے ہیں یہ ہے کہ "ایک آدمی ایک ووٹ کے اصول پر تمام ہندوستانی باشندوں کو حق نمائندگی دیا جائے گا۔ اگر مسلمان اس سے مطمئن نہیں ہو سکتے تو ہم ایک قدم آگے بڑھ کر نمائندگی کو آبادی کے تناسب پر بھی رکھ سکتے ہیں۔ ہمیں یقین کے ساتھ

معلوم ہے کہ دوسری اقلیتیں مثلاً پارسی، عیسائی وغیرہ نے غیر مبہم طور پر ایک متحدہ غیر منقسم اور ناقابل تقسیم ہندوستانی یونین کی تائید کی ہے اور معقول تحفظات کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ مل کر آزادی ہند کے لئے کام کرنے پر رضامند ہیں۔ مسلمانوں کے لئے خود ان کے مفاد کی خاطر یہ بہتر ہو گا کہ وہ ہندوستانی قوم کے ساتھ اسی شرائط پر وفادار رہیں جن شرائط پر کہ دوسری اقلیتیں ہیں۔ لیکن اگر مسلمان کانگریس کی کمزور روش کو غلطی سے ہندوؤں کی روش سمجھیں اور پاکستان کے باغیانہ مطالبہ پر مصر رہیں تو ہندو سنگھٹنیوں کے لئے حالیہ کی جوتیوں سے یہ اعلان کرنے کا وقت آ گیا ہے کہ "ہم ہندو مسلم اتحاد نہیں چاہتے اگر تم ساتھ دو تو تمہارے ساتھ، اگر تم ساتھ نہ دو تو تمہارے بغیر، اور اگر تم مخالفت کرو تو تمہاری مخالفت کے باوجود ہندوستان کی آزادی حاصل کرنے اور ہندوستان کی وحدت کو برقرار رکھنے کے لئے لڑیں گے ہندوستان ایک غیر منقسم اور زبردست قوم رہے گا۔ اور ایک مرکزی حکومت اور پارلیمنٹ سے ہندوؤں تک متحد رہے گی اور ہندوستان کو تقسیم کرنے کی ہر تحریک کو ایک باغیانہ تحریک کی طرح کچل دیا جائے گا۔

مہاسبھا کے فوری لائحہ عمل کی نسبت مسٹر ساورکر نے کہا کہ ہندوؤں کی فوجی تحریک کو سوگنی زیادہ شدت سے چلانا چاہئے اور بری، بحری، اور ہوائی فوج میں جس قدر زیادہ تعداد میں ہو سکے ہندوؤں کو بھرتی ہونا چاہئے۔ ہر ہندو سپاہی اور افسر جو اس وقت فوج میں کام کر رہا ہے ایک قومی خدمت انجام دے رہا ہے۔ ہمارے گھر کی زری راحت ہم پر یہ لازمی گردانتی ہے کہ ہم برطانوی فوجوں کے ساتھ اشتراک عمل کریں۔

روسیوں کی معرکہ آرائی بدستور جاری

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۹)

گزشتہ شب روسیوں کے طلایہ گرد دستے اسٹالن گراڈ کے متعدد حصوں میں گشت کرتے رہے اور کارخانے کے علاقہ میں جرمنوں کی کئی خندقوں کو مسمار کر دیا۔ شمال مغرب میں جرمنوں نے متعدد حملے کرکے محاصرہ کرنے والی روسی افواج کے حلقہ سے باہر نکلنے کی کوشش کی لیکن ان کا محاصرہ کیا گیا اور روسیوں نے دشمن کی خندقیں فتح کیں اور قیدی پکڑے۔

گزشتہ شب جرمنوں نے وورونیژ کے مغرب میں وسطی محاذ پر ایک ناکام جوابی حملہ کیا اور جرمنوں کی ایک فوج برباد کر دی گئی۔

دشمن کے جہازوں کی بمباری

لندن۔ ۳۰ جنوری۔ تونس کی برطانوی فوجیں اس کے اطراف جرمن دشمن گنوں کے منتقل مسلسل کا صفایا کر رہی ہیں۔ شمالی افریقہ کے اتحادی فوجی مستقر کے تازہ ترین اعلامیہ میں گزشتہ شب کو اس علاقہ میں ہماری پورش کی۔ تفصیلات دیتے ہوئے بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے فوجی دستوں نے دشمن پر حملہ کیا تاکہ وہ ان چوکیوں سے پیچھے ہٹ جائے جو ہمارے ان مورچوں پر حاوی ہیں جو باتور کے مغرب میں واقع ہیں۔ ایک سڑک کے متصل واقع ہیں۔ حملہ کامیاب رہا۔

دشمن نے ایک جانب سے مفقود مورچہ پر ہوائی حملہ کر دیا جس کو پسپا کر دیا گیا۔ اس حملہ میں ہمیں موثر ہوائی مدد ہوئی محوریوں کے پانچ طیارے مار گرائے گئے۔

امریکی بمبار طیاروں نے پرسوں کو سوس اور اسفیکس کی محوری بندرگاہوں پر دوبارہ حملہ کیا۔ اسفیکس کی بندرگاہ میں کارخانوں اور دشمن کے جہازوں پر بمباری کی گئی۔ بڑی آتش زدگیاں ہوئیں۔ قیروان میں ایک محوری ہوائی اڈہ پر بھی بمباری کی گئی۔

روسیوں کی بڑھتی ہوئی فتوحات

جرمن افواج خطرہ میں

ماسکو ۵ جنوری۔ روسی فوجوں نے چرنی شوسکیا فتح کر لیا جو اسٹالن گراڈ کے جنوب مغرب میں ۹۰ میل پر ایک اہم شہر اور ریلوے اسٹیشن ہے۔ روسیوں نے کثیر مقدار میں مال غنیمت پایا جس میں دشمن کے ۱۰ طیارے دو لاکھ گولے ۱۰ لاکھ بم اور گولہ بارود کے متعدد ذخائر ہیں۔

چرنی شوسکیا دریائے ڈان کی موڑ میں مغرب کی طرف واقع ہے۔ یہ جرمنوں کا مرکز تھا جو کسی قدر اہم تھا جیسا کہ اموال غنیمت کے ہاتھ آنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس شہر کی فتح سے روسیوں کو اس ریلوے پر قبضہ رکھنے میں تقویت حاصل ہوئی جو کیمنسک کے جنوب مغرب کی طرف جاتی ہے اور اس سے یہ بھی ہوا کہ وسط ڈان کے رقبہ میں جرمنوں کو خطرہ لاحق ہو گیا۔

وسط ڈان میں روسی جرمن محفوظ افواج کا صفایا کئے جا رہے ہیں میلروو کے اطراف جو لڑائی ہو رہی ہے اس کی کوئی خبر نہیں ملی۔ کئی دن آگے معلوم ہوا تھا کہ روسی میلروو کے چاروں طرف سے چڑھ آئے ہیں اور شہر سے چند میل دور رہ گئے ہیں۔ شہر کیمنسک میلروو کے جنوب میں ۵۰ میل سے بھی کم فاصلہ پر ہے جو ریلوے کا ایک اہم جنکشن ہے۔

قفقاز میں سرخ فوج مزدوک کو فتح کرنے کے بعد آگے مغرب میں پیش قدمی کر رہی ہے اور نچک کی جرمن افواج کو منقطع کرنے کا خطرہ پیدا کر دیا ہے۔ ایک نامہ نگار جنگ کا بیان ہے کہ دو تیز رفتار روسی فوجیں وسط قفقاز کی جرمن افواج کو زغہ میں لینے کی دھمکی دے رہی ہیں۔ ان میں سے ایک فوج مغرب کی جانب ان جرمن افواج کا تعاقب کر رہی ہے جن کو مزدوک میں پسپا کر دیا گیا تھا اور دوسری فوج روسٹوف کی جانب پیش قدمی کر رہی ہے۔ گزشتہ شب اطلاع ملی تھی کہ یہ دونوں فوجیں ایک دوسرے سے ۱۰۰ میل کے فصل پر ہیں اور ساعت بساعت یہ فصل گھٹتا جا رہا ہے۔

شمال میں آگے ایک ہزار میل کے قریب وسطی محاذ پر تو دو سو کو لیکی کے اہم ریلوے شہر پر روسی افواج ایک ساتھ یلغار کر رہی ہیں۔

جرمن اب بھی یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ویلیکی لوکی ان کے قبضہ میں ہے گزشتہ ماسکو کی نشرگاہ سے یہ اعلان نشر ہوا ہے کہ ویلیکی لوکی میں گزشتہ چار دن سے شکست خوردہ کی کوئی فوج نہیں ہے۔ شہر کی اس جرمن فوج کا جس نے ہتھیار ڈالنے سے انکار کیا قلع قمع کر دیا گیا۔

جرمنوں کی محصورہ فوج

ماسکو ۵ جنوری۔ اسٹالن گراڈ کے محاذ کی تازہ ترین اطلاع میں بیان کیا گیا ہے کہ کل جرمنوں نے اسٹالن گراڈ کی محصورہ فوج کو محاصرہ سے نکال لانے کے لئے دباؤ سے حملے کئے۔ دشمن کے دباؤوں پر روسیوں نے آتشبازی کی تا آخر جرمنوں کے ۲۴ دباؤ بے ضائع گئے اور ایک ہزار آدمی ہلاک ہوئے اور باقی دباؤ پیچھے ہٹ گئے۔ اسٹالن گراڈ کے اندر روسیوں کی منتخب افواج نے دشمن کی لائنوں پر دستی بم پھینکے۔ انھوں نے مال غنیمت بھی پایا اور قیدی بھی پکڑے۔



اعظمیہ پریس چار مینار میں طبع ہو کر دفتر مملکت سابق توپ کا سانچہ سے شائع ہوا۔